پروفیسر سید ازکیا ہاشمی

تحریکِ پاکستان میں علماء کا کردار

ملت اسلامیہ پر جب کبھی کوئی مشکل وقت آیا تو علماء امت نے قوم کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ غیر ملکی تسلط سے ہندوستان کو آزاد کرنے کی جدوجہد ہو یا شریعت اسلامی کے نفاذ کے لیے اسلامی مملکت کے حصول کی تحریک، یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی تمام فکری ذہنی اور جسمانی توانائیاں ان مقاصد کے حصول کے لیے صرف کیں۔

اکبر کے نافذ کردہ "دینِ الٰہی" کے ذریعے اسلامی تہذیب و تمدن کو مٹانے کی ناپاک جسارت کی گئی تو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے علم جہاد بلند کر کے اسلامی معاشرہ کو ہندو معاشرہ میں مدغم ہونے سے بچا کر اسلام کے تن مردہ میں پھر سے روح حیات پھونکی۔ مسلمانوں کے سیاسی انتشار اور معاشی، سماجی و دینی تنزل کے سبب مرہٹے جب چمن اسلام پر برق و شرر بن کر ٹوٹے تو شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کے ذریعے ان کی بیخ کنی کرائی جب ہندو اور انگریز کے جبر و استبداد اور بدعات و رسومات و مشرکانہ عقائد نے مسلم معاشرے کو کمزور کرنا شروع کیا تو حاجی شریعت اللہ نے احیاء اسلام اور نفاذ شریعت کے لیے فرائضی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو اور انگریز کے تشدد و استحصال سے بچا کر صحیح معنوں میں کتاب و سنت کے متبع بنانے کی سعی بلیغ کی۔ اور جب سکھا شاہی نے شمال مغربی علاقوں میں مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کیے تو سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے تحریک مجاہدین کے ذریعے اسلامی حکومت کے قیام اور سکھوں کے مظالم کے خلاف علم جہاد بلند کر کے جام شہادت نوش کیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب انگریز سامراج نے مسلم اقتدار کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی تو علماء و مشائخ کی ایک کثیر تعداد نے علم جہاد بلند کیا جن میں مولانا امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حافظ ضامن شہیدؒ، مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور سید احمد اللہ مدراسیؒ قابل ذکر ہیں۔ اس جرم کی پاداش میں ۱۴ ہزار علماء کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔

تحریک ریشمی رومال کے ذریعے تمام ممالک اسلامیہ بالخصوص برصغیر ہندو پاک سے انگریزی اقتدار

کے خاتمہ کے لیے مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ جیسے بوریہ نشین علماء میدان عمل میں کود پڑے اور اپنی قیادت کے ذریعہ اسے رونق بخشی اور قید و بند کے مصائب و آلام برداشت کرنے کے باوجود آزادیٔ ہند کے موقف پر ڈٹے رہے۔

خلافت کی بحالی کے لیے جب "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا تو مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا شوکت علیؒ اور مولانا محمود الحسنؒ نے عظیم قربانیاں دے کر عوام کے اندر سیاسی شعور اور آزادی کا ولولہ پیدا کر کے برطانوی استعمار کو للکار۔ و جب تحریک پاکستان کا مرحلہ آیا تو علماء کرام نے اسلامی مملکت کے قیام کی خاطر آزادی کی منزل کو حاصل کرنے کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت تن من دھن کی بازی لگادی اور قوم کی راہنمائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس تحریک میں جن اکابر علماء نے حصہ لیا ان میں سے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ اور مولانا حامد بدایونیؒ قابل ذکر ہیں۔

یہ وہ ہستیاں ہیں جنھوں نے مملکت اسلامی کے حصول کے لیے جانی و مالی قربانیاں پیش کیں مگر با ایں ہمہ وہ ملک و ملت سے کسی صلہ و ستائش اور داد و تحسین کے طالب نہ تھے، انھوں نے زمانے کے گرم و سرد کو برداشت کیا، قید و بند سے گزرے، طوفانوں سے ٹکرائے اور سلطنت برطانیہ کے جاہ و جلال اور جبر و استبداد کا مقابلہ کیا لیکن ہمیں آزادی کی نعمت سے مالامال کر گئے۔ انہی ہستیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

؎ کفر ناچا جن کے آگے بارہا گھنگھرو کا ناچ   جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

یہ حقیقت ہے کہ اگر علماء کرام مسلم لیگ کی تائید و حمایت نہ کرتے اور عوام الناس کو ایک علیحدہ اسلامی ریاست کے قیام کے حصول کے لیے آمادہ نہ کرتے تو شاید پاکستان کا خواب اتنی جلدی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اور تحریک پاکستان

مولانا اشرف علی تھانویؒ ان علماء حق میں سے ہیں جنھوں نے قائد اعظم اور مسلم لیگ کی کھل کر حمایت کی آپ کے نزدیک ہندو اور انگریز کی حیثیت ایک ناگ کی سی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے:۔

"جتنے کافر ہیں سب اسلام کے دشمن ہیں، کوئی گورا ہو یا کالا دونوں ہی سانپ ہیں بلکہ گورے سانپ سے کالا سانپ زیادہ زہریلا ہوتا ہے اگر گورے سانپ کو گھر سے نکال دیا جائے تو کالا ڈسنے کو موجود ہے جس کا ڈسا ہوا مشکل ہی سے زندہ رہتا ہے"۔

کانگریس اور ہندوؤں کے خلاف ان کے ریمارکس کچھ یوں ہیں فرماتے ہیں۔

"قیامت آجائے ہندو کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ نہیں ہوسکتے، یہی ہندو تھے جنھوں نے

انگریزوں سے مل کر مسلمانوں کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مخبریاں کیں اور ان کو پھانسی پر چڑھایا۔ یہ قوم بڑی احسان فراموش ہے۔ یہ انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں اور اسلام کے دشمن ہیں۔"

اس حقیقت کا علم بہت کم لوگوں کو ہے کہ اسلامی سلطنت کے قیام کا خیال جو علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے الٰہ آباد کے اجلاس میں پیش کیا تھا وہی خیال ان سے بہت پہلے مولانا تھانویؒ کئی مرتبہ اپنی مجلس عامہ میں پیش کر چکے تھے بلکہ اس کا مکمل خاکہ اور حصول کا پروگرام بھی بنا چکے تھے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۸ء میں پہلی بار حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں دارالسلام کی سکیم خاصی تفصیل سے بیان فرمائی تھی۔ فرمایا جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین تعزیرات وغیرہ کا اجراء احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں، اور آزادی سے رب العزت کی عبادت کی جائے۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے یہ نتائج کہاں سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے تو صرف مسلمانوں ہی کی جماعت ہونی چاہیئے جو اس نظریہ کو لے کر اسلامی مملکت کے قیام کی جد و جہد کرے۔ مولانا دریا بادی کے نزدیک "پاکستان کا تخیل خالص اسلامی حکومت کا خیال یہ سب آوازیں بہت بعد کی ہیں، پہلے پہل اس قسم کی آوازیں یہیں کان میں پڑیں"۔

اگرچہ آپ نے عملاً کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیا لیکن آپ نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کر کے اسے عوام الناس میں متعارف کرایا۔

۱۹۳۵ء میں صرف آپ کے ایک تار کی وجہ سے کہ "کانگریس کو ووٹ نہ دیا جائے" مسلم لیگ کو جھانسی کے علاقہ میں فتح نصیب ہوئی۔ مولانا تھانویؒ نے مسلم لیگ کی تقویت اور اس کی اصلاح کے لیے مجلس دعوت الحق قائم کی جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلم لیگ کے لیڈروں کو دینداری کی طرف متوجہ کیا جائے اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو شعائر اسلامی کا پابند بنایا جائے اور ان سے درخواست کی جائے کہ مسلم لیگ کے ہر ممبر پر قانوناً شعائر اسلامیہ کی پابندی کو لازم کیا جائے۔ نومبر ۱۹۳۸ء سے اس تبلیغی پروگرام پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور اس کی ابتدا قائد اعظم کی تبلیغ سے ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں آپ نے رفیق قائد اعظم مولانا شبیر احمد عثمانی کو تھانہ بھون بلا کر اس موضوع پر بات چیت کی کہ مسلم لیگ کی کوششوں سے جو سلطنت معرض وجود میں آئے گی اس میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ارباب اقتدار دیندار بن جائیں اور اگر "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے تحت یہ طبقہ اگر دیندار بن جائے تو انشاء اللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

حضرت تھانویؒ قائد اعظم کے قول و کردار پر گہری نظر رکھتے تھے اور جب بھی آپ میں کوئی خلاف شریعت بات دیکھتے اس کی اصلاح کے لیے فوراً وفد بھیجتے یا خط لکھتے۔

قائد اعظم مذہب کو سیاست سے جدا سمجھتے تھے۔ آپ نے اس نظریہ کی تردید کے لیے مختلف علماء پر مشتمل ایک وفد بھیجا جس نے اڑھائی گھنٹے کی مفصل گفتگو کے بعد قائد اعظم سے یہ اقرار کرا لیا کہ "دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو میری سمجھ میں اب خوب آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے"۔ آپ کے تبلیغی وفود کی ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا رہا اور علماء کرام پر قائد اعظم کا اعتماد اس درجہ تک پہنچ گیا کہ ایک موقع پر آپ نے علماء کے وفد سے فرمایا۔

"آج تک تو میں آپ سے سمجھنے کے لیے بحث بھی کیا کرتا تھا لیکن آج کے بعد میں خاموش بیٹھ کر سنوں گا اور مذہبی معاملات میں آپ جو ہدایات دیں گے ان کو تسلیم کروں گا کیونکہ مجھے حضرت تھانویؒ پر پورا پورا اعتماد ہے کہ مذہبی معاملات میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور ان کی رائے درست ہوتی ہے"۔

مولانا تھانویؒ نے وفود کے ساتھ ساتھ خطوط کے ذریعہ بھی مسلم لیگ کی حمایت و تائید اور اصلاح و تبلیغ کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے خطوط کی پوری فائل قائد اعظم کے پاس موجود تھی۔ ایک مرتبہ آپ سے یہ شکوہ کیا گیا کہ جماعت علماء آپ کی تائید میں نہیں تو قائد اعظم فوراً اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئے اور ایک فائل لا کر ان کے سامنے کھول دی اور فرمایا۔ آپ پہچانتے ہیں یہ کس کی تحریر ہے؟ انہوں نے فوراً تحریر پہچان کر کہا کہ یہ تو حضرت تھانویؒ کی تحریر ہے۔ اس پر قائد اعظم نے بڑے جوش سے فرمایا کہ: مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس و تقویٰ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام علماء کا علم و تقدس و تقویٰ دوسرے پلڑے میں تو اس کا پلڑہ بھاری ہو گا۔ وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں جو چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں"۔

مولانا تھانویؒ کی مسلم لیگ کے حلقوں میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی وفات پر ۱۴، نومبر ۱۹۴۳ء کو جو تعزیتی قرارداد پاس کی گئی اس میں آپ کی وفات کو امت مسلمہ کے لیے عموماً اور مسلم لیگ کے لیے خصوصاً ایک سانحہ قرار دیا گیا اور مسلم لیگ کی تائید و حمایت اور وحدت ملی کے لیے آپ کی خدمات جلیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

مولانا شبیر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تحریک پاکستان میں ایک مخلص راہنما کی حیثیت سے شمولیت آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ کا وہ درخشاں کارنامہ ہے جسے تحریک پاکستان کو قلمبند کرنے والا مورخ ہرگز فراموش نہیں کر سکتا اس سے قبل آپ نے تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بڑے بڑے شہروں میں زبردست تقریریں کیں۔ اپنے استاد شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے حکم سے ترک موالات پر اپنا ۸۰ صفحات پر مشتمل ایک زبردست فتویٰ تیار کیا جس سے آپ کی

دسوم مچ گئی۔

تحریک ترک موالات، خلافت اور کانگریس میں اگرچہ ہندو مسلم اتحاد کی صورت پیدا ہوگئی تھی تاہم اس آڑ میں اسلامی شعائر و امتیازات کو مٹانے کی بھی ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں۔ ۱۹۲۱ء کے جمیعۃ العلماء ہند کے اجلاس میں بعض حضرات نے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گائے کی قربانی ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کے کہنے پر شہد کے استعمال سے اجتناب کرنے کا ارادہ ہی ظاہر فرمایا تھا کہ اس پر خدائے قدوس کی بارگاہ سے فوراً آواز آئی " یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ": (اے نبی! جس چیز کو خدا نے آپ کے لیے حلال کیا ہے اس کو کیوں حرام کرتے ہو، اپنی ازواج کی خوشنودیاں مطلوب ہیں؟) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی چیز کے خود حلال و حرام کرنے کا اختیار نہ تھا تو اور کسی کو کب حق پہنچتا ہے کہ وہ اسلامی شعائر میں غیر مسلموں کی خوشنودی کے لیے کتر بیونت اور حلال سے ممانعت کی تلقین کرے۔

جمیعۃ العلماء ہند نے جب کانگریس سے پینگیں بڑھانا شروع کر دیں تو آپ نے جمیعۃ العلماء اسلام کی بنیاد رکھی، جس کے پہلے اجلاس میں (منعقدہ ۱۹۴۵ء) آپ کے تاریخی پیغام کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ سب سے زیادہ اشتعال انگیز جھوٹ یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند کی مستقل قومیت کا انکار کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ میں ایک طویل مدت کے غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کو حصول پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت کرنی چاہیے۔

۳۔ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکام ہوگئی تو پھر شاید مدت دراز تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہیں ملے گا۔

۴۔ وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند مسلم لیگ کے بازو مضبوط کریں۔ مسٹر محمد علی جناح سیاسیات حاضرہ کے داؤ پیچ سے مسلمانوں میں سب سے زیادہ واقف ہیں پھر وہ نہ کسی قیمت پر خریدا جا سکتا ہے اور نہ کسی دباؤ کے سامنے سر جھکا سکتا ہے۔

علامہ موصوف دو قومی نظریہ کے سخت حامی تھے فرمایا کرتے تھے ہندوستان میں جو سیاسی کشمکش اس وقت جاری ہے، میرے نزدیک اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل تنفر بلکہ اشتعال انگیز جھوٹ اور سب سے بڑی اہانت آمیز دیدہ دلیری یہ ہے کہ یہاں کے دس کروڑ فرزندانِ اسلام کی مستقل قومیت سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی جو مختلف قومیتیں ہیں وہ سہولت تعارف کے لیے اپنی جگہ پر قائم ہیں پھر یہ محدود قومیتیں اسلامی قوت کے بحر ناپیدا کنار میں گر کر ایک ایسی قوم کی تشکیل میں شامل ہو جاتی ہیں جہاں ان کے سارے امتیازات اور

تفرقے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس عالمگیر قومیت کا بیان مسلم شریعت کی اس حدیث میں مرکوز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام روحاء میں ایک قافلے نے شرف ملاقات حاصل کیا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون سی قوم ہو؟ جواب میں انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم حجازی ہیں، مکی، یا یمنی ہیں یا قریش، یا ہذیل، یا تمیم یا اور کچھ۔ سب سے پہلے قبائلی تعصب رکھنے والے ملک میں ان کا جواب صرف یہ تھا کہ "ہم مسلمان ہیں" گویا وطنی اور نسلی تعصب کے سب بت ٹوٹ چکے تھے اور بجز اسلام کے اب کوئی قومیت ان کے نزدیک باقی نہ رہی تھی۔

اس اساسی نقطہ نظر سے لامحالہ کل غیر مسلم قوم دوسری قومیں سمجھی جائیں گی اور اب اس چیز کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے اشتراک سے کوئی متحدہ قومیت صحیح معنوں میں بن سکے۔

کانگرسیوں نے جب اس معاہدہ کا سہارا لینا چاہا جو مدینہ میں مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ہوا تھا تو آپ نے انہیں یہ بتلا کر خاموش کر دیا کہ اس معاہدہ میں مسلمان اور یہود کے متعلق " ملة واحدة " کے لفظ نہیں محض " امة واحدة " کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس معاہدہ کی اہم دفعہ جسے نظر انداز کیا جا رہا ہے یہ تھی کہ اگر معاملہ میں فریقین (مسلمان اور یہود) کے مابین نزاع ہو گا تو آخری فیصلہ وہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صادر فرمائیں گے۔ کیا قومیت متحدہ کے علمبردار آج کوئی ایسی شرط ماننے کے لیے تیار ہیں۔

میرٹھ کی مسلم لیگ کانفرنس آپ کی زیر صدارت منعقد ہوئی تو آپ کے خطبہ صدارت نے مسلم لیگ کے حق میں ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔ خان لیاقت علی خان مرحوم کی الیکشن میں کامیابی میں آپ کی کوششوں کو بڑا عمل دخل تھا۔

قائد اعظم کے دل میں مولانا عثمانیؒ کی قدر و اہمیت کیا تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ۱۹۴۶ء کی عظیم الشان کانفرنس میں مولانا عثمانی کو جب جاتے قیام سے مقام کنونشن پہنچنے میں کچھ دیر ہو گئی تو قائد اعظم نے آپ کی آمد تک کے لیے کارروائی اجلاس روک دی۔ اور جس وقت حضرت عثمانیؒ کنونشن میں پہنچے تو ہزاروں کے مجمعے میں قائد اعظم کچھ دیر تک آپ کے استقبال کے لیے بڑھے اور تمام معتقد حضرات باادب کھڑے ہو گئے۔

صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں قائد اعظم کی نظر انتخاب علامہ عثمانیؒ پر پڑی آپ نے علالت طبع کے باوجود پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف کی معیت میں صوبہ سرحد کے طولانی اور طوفانی دورے کیے اور مسلم لیگ کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کیا جس کے نتیجے میں کانگریس اور سرخ پوشوں کو شرمناک شکست ہوئی۔ ریفرنڈم جیتنے کے بعد آپ نے حضرت قائد اعظم کو مبارکباد دی تو انہوں نے فرمایا:

"اس مبارکباد کے مستحق آپ ہیں، میں خواہ سیاستدان سہی مگر آپ نے بروقت مدد کر کے مذہب کی روح لوگوں میں پھونک دی۔"

ان کوششوں کے نتیجہ میں جب ایک آزاد اسلامی ریاست ظہور میں آئی تو جشن آزادی کی پروقار تقریب

میں قائد اعظم کی فرمائش پر علامہ عثمانی نے ہی پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بلند فرماکر پرچم کشائی کی تقریب کا افتتاح کیا اور پہلی دستور ساز اسمبلی میں " تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء " پڑھ کر اجلاس کا آغاز فرمایا۔

مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے علامہ عثمانی کا عظیم تحفہ اور تاریخی کارنامہ قرارداد مقاصد ہے جو پاکستان کے ہر آئین میں بطور دیباچہ شامل چلی آرہی ہے۔ اب تک پاکستان کے دستور قانون میں جو اسلامی دفعات شامل ہوئیں یا آئندہ شامل ہوں گی وہ سب درحقیقت اسی قرارداد مقاصد کی مرہون منت ہے۔ اس کا مسودہ حضرت عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ نے طویل غور و خوض کے بعد مرتب فرمایا تھا اور جسے دستور ساز اسمبلی سے منظور کرانے میں علامہ کو طویل عملی اور سیاسی جدوجہد کرنی پڑی۔

آج علامہ عثمانی جیسے مایہ ناز قائد اور تحریک پاکستان کے عظیم راہنما کے ساتھ اس قوم کا سلوک ہماری ناقدری احسان فراموشی اور بے حسی کی بدترین مثال ہے۔ آپ کا مزار اسلامیہ کالج کراچی کے ایک کونے میں کس مپرسی کے عالم میں بزبان حال یہ پکار رہا ہے۔

؎ اس طرح اہل بزم نے مجھ کو بھلا دیا   جیسے کبھی میں رونق بزم طرب نہ تھا

تحریک پاکستان اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی زندگی کا سیاسی دور اس وقت شروع ہوا جب کانگرس ہندوستان سے اسلام کا نام ونشان مٹانے کے لیے مسلم لیگ کے مقابلہ میں آئی۔ حضرت تھانویؒ نے مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے تبلیغی قدم اٹھایا اور اس دوران مولانا موصوف کو تبلیغی وفد کے ساتھ قائد اعظم کے پاس جانا پڑا۔ حضرت تھانویؒ کے حکم سے آپ نے ۱۹۳۸ء کے پٹنہ کے اجلاس میں قائد اعظم سے مذہب اور سیاست کی علیحدگی اور یکجائیگی کے مسئلہ پر بات چیت کی۔ قائد اعظم اس گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ اگلے دن کھلے جلاس میں اعلان کر دیا کہ " اسلام عقائد و عبادات، معاملات، اخلاق وسیاست کا مجموعہ ہے۔ قرآن کریم نے سب کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لیے سیاست کے ساتھ مذہب کو بھی لینا چاہیے۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ہندوستان کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں اپنی تقاریر اور عملی جدوجہد کے ذریعے تحریک پاکستان کو مقبول عام بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

جب کانگرسی لیڈر مسلمانوں کو مسلم لیگ کے بجائے کانگریس کی حمایت وامداد کی ترغیب دے رہے تھے کہ "جب کونسلوں اور میونسپلیٹیوں میں ہندوؤں سے اشتراک عمل جائز ہے تو دوسرے معاملات میں کیوں نہیں"؟ آپ نے جواباً فرمایا، " ان محکموں میں ہندو مسلم اشتراک عمل صرف حقوق غلامی میں اشتراک ہے، حکومت نے غلاموں کے سامنے روٹی کے چند ٹکڑے ڈال دیتے ہیں کہ ان کو حصہ رسدی تقسیم کر لو۔ ہندو اور مسلمان ان کو حصہ رسدی تقسیم کرتے ہیں اگر کوئی فریق اپنا حصہ نہ لے تو بھوکا مرے گا۔ اس کو اس اشتراک عمل سے جس کا نام جہاد آزادی رکھا گیا ہے دور کی

بھی نسبت نہیں، کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل، جہادِ آزادی میں اشتراکِ عمل ہے جس پر مذہبی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ موت وحیات کا مدار ہے۔

نومبر ۱۹۴۵ء میں پاکستان کے نام پر لڑے جانے والے پہلے الیکشن میں مظفر نگر اور سہارنپور وغیرہ کے حلقہ سے مسلم لیگ کی طرف سے لیاقت علی خان اور کانگرس کی طرف سے مولانا ظفر احمد عثمانی کے ایک قریبی عزیز محمد احمد کاظمی کھڑے ہوتے۔ مسلم لیگ کو ناکام بنانے کے لیے بڑی تیاریاں کی گئیں لیکن مولانا ظفر احمد کو جب لیاقت علی خان کا پیغام ملا کہ "اگر آپ اس وقت مسلم لیگ کی حمایت کے لیے نہ نکلے تو کامیابی دشوار ہے"۔ آپ نے اپنی قرابت داری اور خاندانی مفاد کو نظر انداز کر کے ملی مفاد کی خاطر اپنے عزیز کی مخالفت اور مسلم لیگ کے حق میں رائے عامہ ہموار کرتے رہے اس کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے فتویٰ کہ "کانگرس کی حمایت کفر کی حمایت ہے"۔ نے فضا کو یکسر بدل دیا اور لیاقت علی خان جیت گئے۔ اس تاریخی فتح پر نوابزادہ لیاقت علی خان نے مولانا ظفر احمد کو مبارکباد کی تار بھیجا کہ "میں اس کامیابی پہ آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ کی تحریروں اور تقریروں نے باطل اثرات بہت حد تک ختم کر دیئے اور آپ حضرات کا اس نازک موقع پر گوشۂ عزلت سے نکل کر میدانِ عمل میں اس سرگرمی کے ساتھ جدوجہد کرنا بہت باعثِ برکت رہا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اگر اس الیکشن کے لیے یہ علماء خود باہر نہ نکلتے اور لیاقت علی خان کی پشت پناہی نہ کرتے تو مسلم لیگ کی شکست یقینی تھی۔

انتقالِ اقتدار کے فیصلہ کے بعد آپ نے علماء کے وفد کے ساتھ قائدِ اعظم کو مبارکباد پیش کی تو انہوں نے فرمایا "مولانا یہ مبارک آپ کو ہے کہ آپ کی کوششوں سے ہی یہ کامیابی ہوئی ہے"۔ مولانا ظفر احمد اپنی روئیداد میں لکھتے ہیں۔ "اسی ملاقات کے دوران قائدِ اعظم نے از خود فرمایا کہ "مولانا! مجھے تو اس وقت بڑا فکر سلہٹ اور فرنٹیئر کے ریفرنڈم کا ہے۔ اگر پاکستان اس ریفرنڈم میں ناکام رہا تو یہ بہت بڑا نقصان ہوگا"۔ ہم نے کہا۔ "کیا آپ چاہتے ہیں کہ پاکستان اس ریفرنڈم میں کامیاب ہوجائے"؟ اس پر قائدِ اعظم آبدیدہ سے ہوگئے اور فرمایا کہ "سرحد پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور سلہٹ کا علاقہ بھی مشرقی پاکستان کے لیے ایسا ہی ہے۔ دل سے چاہتا ہوں کہ پاکستان اس ریفرنڈم میں کامیاب ہو"۔ ہم نے کہا، ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ان شاء اللہ پاکستان اس ریفرنڈم میں کامیاب ہوگا بشرطیکہ آپ اعلان کردیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام جاری ہوگا اور اس کا دستور اسلامی ہوگا کیونکہ فرنٹیئر اور بنگال کا مسلمان سیاسی مصالح نہیں جانتا وہ صرف اسلام کو جانتا ہے اور اسی کے نام پر ووٹ دے سکتا ہے"۔ قائدِ اعظم نے کہا۔ "جب پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگی تو پھر وہاں اسلامی دستور کے سوا اور کونسا دستور ہو سکتا ہے۔ آپ انہیں اطمینان دلائیں کہ میں نے قوم سے کبھی غداری نہیں کی جو میں نے پہلے بارہا کہا ہے وہ آج بھی کہتا ہوں کہ پاکستان کا نظامِ حیات اسلامی

ہوگا اور اس کا دستور کتاب وسنت کے موافق ہوگا۔ اس پر میں نے سلہٹ اور مولانا شبیر احمد نے فرنٹیر کے محاذ سنبھالنے کا وعدہ کیا جس پر قائد اعظم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور انہوں نے کھڑے ہو کر ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "خدا آپ کو اور آپ کے ذریعہ پاکستان کو کامیاب کرے"

خوشخبری

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خطبات کا مجموعہ

اصلاحی خطبات (جلد اول)

شائع ہو چکی ہے اور جلد ثانی زیر طبع ہے

یہ خطبات علماء، خطباء، صلحاء، طلباء اور عوام سب کے لئے انتہائی قیمتی اور گراں قدر تحفہ ہے۔ قیمت صرف =/۶۰ روپے

اس کے علاوہ

جو خطبات علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عقل کا دائرۂ کار	=/۱۲ روپے	(۶) روزہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟	=/۱۲ روپے
(۲) ماہِ رجب	=/۸ روپے	(۷) دین کی حقیقت تسلیم و رضا	=/۱۵ روپے
(۳) نیک کام میں دیر نہ کیجئے	=/۱۵ روپے	(۸) بدعت ایک سنگین گناہ	=/۱۵ روپے
(۴) آزادئ نسواں کا فریب	=/۱۵ روپے	(۹) بیوی کے حقوق	=/۱۷ روپے
(۵) سفارش شریعت کی نظر میں	=/۱۲ روپے	(۱۰) شوہر کے حقوق	=/۱۷ روپے

میمن اسلامک پبلشرز، ۱/۱۸۸ لیاقت آباد۔ کراچی ۱۹